حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز

عبدالرشید عراقی (سوہدرہ)

نام ونسب اور خاندان

عمر نام، ابوحفص کنیت۔ والد کا نام عبدالعزیز بن مروان ماں کا نام ام عاصم، امیرالمومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے والد عبدالعزیز مروان کے چھوٹے لڑکے تھے اور خاندان بنوامیہ کے ایک ممتاز فرزند تھے۔

پیدائش

حضرت عمر بن عبدالعزیز یزید بن معاویہؓ کے عہد حکومت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے[1]۔ عبدالعزیز ان دنوں مصر کے گورنر تھے۔

تعلیم وتربیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بچپن مصر میں گزرا[2] لیکن ان کی تعلیم وتربیت مدینہ منورہ میں حضرت صالح بن کیسان کی نگرانی میں ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا، اور اس کے بعد عربیت اور شعر وشاعری کی تعلیم حاصل کی۔ اور حدیث کی تعلیم آپ نے مختلف شیوخ سے حاصل کی آپ کے اساتذہ حدیث میں متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین شامل ہیں۔ لیکن آپ نے اس فن میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے بہت استفادہ کیا[3] اور ان بزرگوں کے فیض صحبت سے یہ درجہ حاصل کیا کہ بڑے بڑے محدثین کرام نے آپ کے علمی تبحر، جلالت قدر اور فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۰۵۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۰۵،
[3]۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۴۸۔

كان اماماً فقيها مجتهدا عارفا بالسنن كبير الشان ثبتا حجة حافظا[1]

وہ بڑے امام، بڑے فقیہہ، بڑے مجتہد، حدیث کے بڑے ماہر اور معتبر حافظ اور سند تھے۔

شادی

ان کے والد عبدالعزیز بن مروان کے انتقال کے بعد ان کے چچا عبدالملک بن مروان نے اپنی بیٹی فاطمہ سے ان کی شادی کردی۔

مدینہ کی گورنری

حضرت عمر بن عبدالعزیز درحقیقت مسند درس کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ لیکن شاہی خاندان کی رکنیت نے ان کو ایوان حکومت میں پہنچا دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ کو خناصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن ۸۶ھ میں جب ولید بن عبدالملک خلیفہ مقرر ہوا تو اس نے آپ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا لیکن آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور جب ولید نے انکار کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر یہ عہدہ قبول کرنے کو تیار ہوں کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم و عدوان پر مجبور نہ کیا جائے۔ ولید نے اس شرط کو قبول کیا اور کہا کہ تم حق پر عمل کرنا خواہ خزانہ میں ایک درہم بھی داخل نہ ہو[2]

مدینہ میں بحیثیت گورنر آپ کی پہلی تقریر

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے کافی سازو سامان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ ۳۰ اونٹوں پر آپ کا سامان لدا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلے نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کے برگزیدہ علمائے کرام کو بلایا۔ اور ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ

میں نے آپ کو ایک ایسے کام کے لئے بلایا ہے جس میں آپ کو ثواب ملے گا۔ اور آپ حامی حق قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے جب آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ظلم کی اطلاع ملے تو آپ کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ مجھ تک اس

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۰، [2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن ص ۳۲۔

کی خبر ضرور کیجئے۔ علمائے کرام نے یہ تقریر سننے کے بعد ان کو دعائے خیر دی اور واپس ہوئے[۱]

تعمیر مسجد نبوی

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورنری کے زمانہ میں جو ناقابل فراموش کارنامہ سرانجام دیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں کافی ہوئی تھی لیکن ان کے بعد کسی خلیفہ نے اس میں کسی قسم کا تصرّف نہیں کیا۔ ولید نے اپنے دور خلافت میں اس طرف توجہ کی اور مسجد کو نئے سرے سے تعمیر کرایا چنانچہ ربیع الاوّل ۸۸ھ میں ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ مسجد نبوی کی نئے سرے سے تعمیر کی جائے۔ اور مسجد سے ملحق ازواج مطہرات کے حجرے اور دوسرے مکان بقیمت لے کر مسجد میں شامل کر دئیے جائیں حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس عمارت سے ذاتی دلچسپی تھی، اس لئے آپ نے بڑے انہماک اور حسن نداق سے اسکو تعمیر کرایا۔ ولید نے شاہ روم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاریگر، تعمیراتی سامان اور کئی ہزار متقال سونا منگوایا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی[۱]۔ تعمیر کا کام ۸۸ھ میں شروع ہوا اور ۹۰ھ میں ختم ہوا اور ۹۱ھ میں ولید نے مدینہ منوّرہ جاکر اس کا معائنہ کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی کارگزاری پر خوشنودی ظاہر کی[۲]

مسجد نبوی کے علاوہ اطراف مدینہ میں جو مسجدیں تھیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ ان کی اطراف بھی توجہ کی اور ان تمام مساجد کو پتھروں سے منقش کرایا[۳]

معزولی

حضرت عمر بن عبد العزیز جب مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے تو آپ نے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ پہلے گورنروں کی طرح ظلم نہ کریں گے لیکن بنی امیہ کا نظام حکومت کچھ ایسا تھا کہ یہ شرط قائم نہ رہ سکتی تھی۔ مؤرخین نے اس سلسلہ میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کو حجاج بن یوسف کی شکایت پر معزول کیا گیا۔ اور دوسری یہ کہ عبد اللہ بن زبیر رضؓ کے صاحبزادے حبیب کو جو بنو امیہ کے سخت مخالف تھے۔ ولید کے حکم سے سزا دی جس کے صدمہ سے وہ انتقال کر گئے۔ اس کی ندامت سے آپ نے گورنری کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا[۴]

خلیفہ سلیمان کا انتقال اور آپ کا خلیفہ مقرر ہونا

۹۹ھ میں خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے انتقال کیا تو اس کے انتقال کے بعد

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۶، ص ۲۴۶، [۲] خلاصۃ الغرفا ص ۱۳۹، [۳] فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۲ [۴] سیرۃ عمر بن عبد العزیز ابن جوزی ص ۳۴۔

ان کی وصیت کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا اور تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی آپ بالکل بدل گئے۔ اور آپ کی زندگی میں "آناً فاناً" انقلاب آگیا۔ جو نازونعمت سے پلا تھا اس نے ابوذر غفاریؓ اور ابوہریرہؓ کا قالب اختیار کیا۔ شاہی سواریاں پیش کی گئیں مگر آپ نے سب واپس کر دیں۔ اور فرمایا کہ میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے [1]

پہلا خطبہ خلافت

خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا!

"میری خواہش ہے عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے اور میری بیعت کا جو قلادہ تمہاری گردنوں میں ڈالا گیا ہے۔ اس کو اتارے دیتا ہوں۔ تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ منتخب کرلو۔

اس خطبہ کو سن کر لوگوں نے بلند آواز سے کہا۔ ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں۔ آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا!

لوگو! جو شخص اللہ تعالے کی اطاعت کرے۔ اس کی اطاعت فرض ہے اور جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کرے، اس کی اطاعت واجب نہیں جب تک میں اللہ تعالے کی اطاعت کروں اُس وقت تک تم میری اطاعت کرو۔ اور جب میں اللہ تعالے کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔

تمہارے نبیؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ اللہ تعالے نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک کے لئے حلال ہے اور جو چیز حرام کر دی ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔ میں اپنی جانب سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ صرف احکام الٰہی کو نافذ کرنے والا ہوں۔ میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں صرف پیرو ہوں۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ تعالے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۲۴۷۔

کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تمہاری جماعت کا بہتر آدمی
نہیں ہوں۔ بلکہ ایک معمولی فرد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تم سے زیادہ گرانبار
کر دیا ہے [1]۔

خلافت راشدہ کا احیاء

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد امور خلافت کی طرف توجہ کی اور آپ کا نقطہ نظر اپنے سے پہلے خلفاء سے بالکل مختلف تھا اور آپ کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ مملکت کو صحیح طور پر خلافت راشدہ کی نہج پر مضبوط کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پیش رفت شروع کی۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے مخالفتوں کی بالکل پروا نہ کی اور نہایت جرأت سے ایک انقلاب برپا شروع کر دیا

غصب کردہ اموال کی واپسی

خلفائے بنو امیہ نے اپنے دور میں رعایا کے مال و جائیداد پر ظالمانہ قبضہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ان اموال کو ان کے صحیح مالکوں کو واپس کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پیش رفت کی۔ اور جن لوگوں کی املاک واموال پر خلفائے بنو امیہ نے قبضہ کیا تھا ان کو بلا کر آپ نے ان کی املاک اور اموال واپس کئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اگر آپ لوگ اس کار خیر میں میری مدد نہ کرو گے تو مجھے اس کی بالکل پروا نہیں۔ میں ہر شخص کو اس کا حق واپس دلا کر دم لوں گا۔ چنانچہ آپ نے عام مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

ان لوگوں (بنی امیہ) نے ہم کو عطایا اور جاگیریں دیں۔ خدا کی قسم نہ انہیں
ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں ان سب کو ان
کے اصلی حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان
سے شروع کرتا ہوں [2]

یہ کہہ کر اسناد شاہی کا قریطہ منگایا۔ مزاحم سب کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے جاتے تھے اور عمر بن عبدالعزیز ان کو لے کر قینچی لے کر کاٹتے جاتے تھے۔ صبح سے لے کر ظہر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۰ [2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۲۰۸

تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

اس طرح اپنی اور اپنے خاندان کی کل جاگیریں واپس کر دیں اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا[1]۔

باغ فدک

سب سے زیادہ اہم باغ فدک کا تھا، جو اس وقت ان کے قبضہ میں تھا۔ اور مدتوں سے خلفاء اور اہل بیت کے درمیان متنازعہ فیہ چلا آرہا تھا۔ لیکن خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے باغ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کی تحقیق کی تو آپ کو پتہ چلا کہ فدک آنحضرت خالصہ تھا۔ جس کی آمدنی آپ اپنی اولاد بنو ہاشم کی مختلف ضروریات پر صرف کرتے تھے اور جب حضرت فاطمہؓ نے آپ سے اسکو مانگا تھا تو آپ نے انکار فرما دیا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ اسی کے موافق عمل ہوتا رہا۔ لیکن مروان نے اپنے دور حکومت میں اس کو اپنی جاگیر بنا لیا۔ اور اس کے بعد یہ باغ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے قبضہ میں آیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس پر فرمایا۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت فاطمہؓ کو نہیں دی، اس پر میرا حق کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے گورنر مدینہ امام ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم (م ۱۲۰ھ) کو ایک خط لکھا کہ "مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ فدک سے فائدہ اٹھانا میرے لئے جائز نہیں اس لئے میں اس کو اسی حالت میں لانا چاہتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھی[2]۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس طرز عمل سے آپ کے خاندان کے لوگ آپ کے خلاف ہوگئے۔ اور آپ کی راہ میں رکاوٹ بنتے رہے لیکن آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی اور آپ نے جو پروگرام مرتب کیا تھا اس کے مطابق کام کرتے رہے۔

غزوات و فتوحات

حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ اسلام کی تاریخ میں بحیثیت ایک فاتح مشہور نہیں ہیں تاہم ان کا عہد حکومت فوجی ہنگامہ آرائیوں سے خالی نہیں ہے۔ ان کے زمانے میں جو لڑائیاں پیش آئیں اس کا سلسلہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۲ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز

آپ کی خلافت کے ساتھ شروع ہوا اور آپ کی وفات تک قائم رہا۔ آپ کے عہد میں آذربائیجان، اندلس اور ہندوستان پر فوج کشی ہوئی اور ان ملکوں کے بعض حصوں پر مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں [۱]

ظالم عہدیداروں کا تدارک

بنو امیہ کی جابرانہ حکومت کا اثر صرف انہی تک محدود نہ تھا بلکہ ان سے زیادہ ان کے اعمال رعایا کی خون آشامی کے خوگر ہو گئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی سلطنت کا نظام عدل و انصاف کی سطح پر رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ جفاکار عمال کو علیحدہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ان تمام عمال کو جو ظالم تھے علیحدہ کر دیا۔ [۲]

وفات

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وہ تمام غاصبانہ جائیدادیں جو بنو امیہ نے اپنے قبضہ میں کرلی تھیں، ان کو ان کے صحیح مالکوں کو واپس کر دیا جس سے آپ کے خاندان کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔ اور صرف مخالف ہی نہ ہوئے بلکہ آپ کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ چنانچہ آپ کو ایک سازش کے تحت زہر دیا گیا اور آپ بیمار ہو گئے اور ۲۰ دن بیمار رہ کر ۲۵ رجب ۱۰۱ھ ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اللھم اغفر وارحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس!

اخلاق و عادات

حضرت عمر بن عبدالعزیز نہایت خوش خلق اور نرم خو تھے۔ خلافت سے پہلے جاہ پسند شخص تھے لیکن خلافت ملنے کے بعد بالکل بدل گئے اور تواضع و انکساری میں بہت آگے تھے۔ عنفوان شباب سے لے کر تادم مرگ حاکمانہ حیثیت سے زندگی بسر کی۔ تاہم حلیمی اور متحمل مزاجی کا دامن کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑا۔ ایک خلیفہ کی حفاظت میں سب سے زیادہ اہم امانت جو ہوتی ہے، وہ بیت المال یعنی خزانہ ہے اس لئے اس کی دیانت کا اصلی معیار اسی کو قرار دیا جا سکتا ہے اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس معیار پر پورے اترے۔ جرأت جیسے اہم وصف سے متصف تھے، متانت اور سنجیدگی سے گفتگو کرتے تھے، اور حیاء جیسے اعلیٰ وصف سے متصف تھے۔

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۴۷ [۲] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۱۱۴۔

گورنر مدینہ مقرر ہونے تک ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ علامہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

مجھے لباس، خوشبو اور عیش پرستی کا شوق پیدا ہوا تو میری دانست میں نہ میرے خاندان میں نہ دوسرے خاندان میں کوئی شخص اس طرح امیرانہ زندگی بسر کرتا تھا جس طرح کہ میں [1]

لیکن خلیفہ ہونے کے بعد ان کی زندگی میں یکسر انقلاب آگیا۔ اب وہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے عمر بن خطابؓ ہو گئے تھے، حسن بصری ہو گئے، امام زہری ہو گئے۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

ولکن تجود له لما استخلف وقلبه الله فصار يعد في حسن السيرة والقيام بالقسط مع جده لامه عمر وفي الزهد مع الحسن البصري وفي العلم مع الزهري [2]

لیکن جب خلیفہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بالکل نئے قالب میں بدل دیا۔ اب اب وہ عدل و انصاف میں اپنے نانا عمرؓ کے، زہد میں حسن بصری کے اور علم میں میں امام زہری کے مثل ہو گئے۔

کپڑا نہایت سادہ اور معمولی پہنتے تھے، اور ان میں متعدد پیوند لگے ہوتے تھے۔ غذا نہایت معمولی کھاتے تھے۔ تقویٰ و ورع جیسے عظیم وصف سے متصف تھے۔ اعزّہ سے محبّت سے پیش آتے تھے۔ دشمنوں کے ساتھ رفق و ملاطفت برتتے تھے۔ محتاج اور اہل حاجت کی ہر ممکن طریقہ سے امداد کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خدا جب کسی بندے سے محبّت کرتا ہے تو جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبّت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، اس لئے جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان کے رہنے والوں میں منادی کرتے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے۔ تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، اس لئے آسمان

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۶ [2] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عمر بن عبدالعزیز

والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ اس کو دنیا میں مقبول عام بنا دیتا ہے۔[1]

مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہ سب سے بڑا درجہ ہے۔ اور محاسن و اخلاق کی بدولت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہی درجہ حاصل تھا۔[2]

فضل و کمال

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فضل و کمال اور جلالت علمی کا محدثین کرام اور ارباب سیر نے اعتراف کیا ہے۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

كان فقيها مجتهدا عارفا بالسنن وكبير الشان ثبتا حجة حافظا قانتا لله اواها منيبا[3]

عمر بن عبدالعزیز امام فقیہ، مجتہد، عالم سنت، حجت، حافظ (حدیث) خدا کے فرمانبردار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

امام نووی (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

عمر بن عبدالعزیز کی جلالتِ فضیلت، وفور علم، صلاح، زہد و ورع، شفقت علی المسلمین، حسن سیرت، خدا کی راہ میں انتھک کوشش، سنت نبوی اور آثار نبوی کے اتباع اور خلفائے راشدین کی اقتداء میں سب کا اتفاق ہے[4]

حضرت عمر بن عبدالعزیز تمام علوم اسلامی یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، شاعری اور تاریخ میں جامع تھے۔ تفسیر قرآن میں نہایت وسیع نظر تھی۔ بڑے بڑے علمائے کرام قرآنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حدیث کے حفاظ میں سے تھے۔ حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو امام، عارف سنت، حجت اور حافظ (حدیث) لکھا ہے[5]۔ امام مالک (م ۱۷۹ھ) آپ کو امام وقت کہا کرتے تھے[6] اور فقہ میں امامت و اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور شعر و شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے۔

کارنامہائے زندگی تجدید و اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی رگوں میں حضرت عمر فاروق رض کا خون بھی شامل ہو گیا تھا۔ اسی

---

[1] کتب صحاح [2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۰۵ [4] تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۷، [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۵ [6] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۷۹

کا یہ نتیجہ تھا کہ مروان بن امیہ کی نسل سے عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا مجدد ملت پیدا ہوا جو صدق میں حضرت ابو بکرؓ، عدل میں عمرؓ، حیا میں عثمان اور زہد میں علیؓ کا مثیل تھا۔ جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملت اسلامیہ کی روح کو جو حالات نے مردہ کردی تھی دوبارہ زندہ کردیا۔

مذہب، سیاست، اخلاق، تمدن غرض نظام عالم کے کل اجزاء جب زنگ آلود ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ایک مصلح ایک رفارمر اور ایک مجدد کو پیدا کرتا ہے جو ان تمام چیزوں کو جلا دے کر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ خلافت تک تاریخ اسلام کی ایک پوری صدی گزر چکی تھی۔ اور اس زمانے میں اسلام کا نظام مذہب، نظام سیاست، نظام اخلاق اور نظام تمدن بالکل زنگ آلود ہوگیا تھا اس لئے ان تمام چیزوں کی تجدید و اصلاح کے لئے ایک مجدد کی ضرورت تھی۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسلام کے کل نظام یعنی مذہب، اخلاق، سیاست اور تمدن میں اصلاح کی۔ آپ نے سب سے بڑی بدعت جو ختم کی، وہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ پر علانیہ خطبے میں لعن طعن کی جاتی تھی، اس لئے آپ نے تمام گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ اب حضرت علیؓ پر کسی قسم کی لعن طعن نہ کی جائے اور قرآن مجید کی یہ آیت خطبہ میں پڑھی جائے۔

ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ
و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم
تذکرون [1]

اللہ تعالےٰ عدل، احسان، قرابتداروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نصیحت اس لئے کرتا ہے کہ تم سمجھو۔

یہ آیت مبارکہ آج تک خطبہ میں پڑھی جاتی ہے [2]

---

[1] النحل ۹۰ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴۔

سیاسی حیثیت سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جن صیغوں میں اصلاحات کیں ان میں سب سے مقدم بیت المال ہے۔ اور بیت المال مختلف قسم کی آمدنیوں کا نام ہے۔ جن میں ہر ایک مصارف و مداخل جدا جدا ہیں۔ آپ سے پہلے تمام آمدنیاں ل ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں لیکن آپ نے خمس، صدقہ اور فی کے متعلق الگ الگ بیت المال قائم کئے۔ اور ہر قسم کی آمدنی کو الگ الگ جمع کیا۔

خراج، جزیہ، ٹیکس ملکی محاصل ہیں اور انہی کی باقاعدگی پر ملک اور سلطنت دونوں کے قیام وشادابی سرسبزی کا دارومدار ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام ابتر ہو گیا تھا اور یہ ٹیکس رعایا پر ایک بار تھے، اوران کے علاوہ کئی اور ٹیکس بھی رعایا سے وصول کئے جاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان تمام ٹیکسوں کو یکسر موقوف کرایا۔[۱]

حضرت عمر بن عبدالعزیز جیل خانوں کی بھی اصلاح کی۔ آپ کے عہد خلافت سے پہلے اس میں متعدد خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ آپ نے ان سب کی اصلاح کی اس لئے کہ اسلام ایک متمدن سلطنت کا بانی تھا اس لئے آپ نے قیدیوں کو وہ تمام سہولتیں فراہم کیں جو مقتضائے انسانیت تھیں۔[۲]

اشاعت اسلام

سلطنت میں توسیع کے بجائے اسلام کی توسیع و اشاعت کو اپنا مقصد قرار دیا۔ اور اس کے لئے ہر قسم کے مادی اور اخلاقی ذرائع اختیار کئے۔ آپ نے اپنی فوج کے افسران کو ہدایت کی کہ کفار سے اس وقت تک جنگ نہ کرو۔ جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لو۔[۳] اور زمینوں کے بارے میں آپ نے ہدایات جاری کیں کہ جو ذمی اسلام قبول کرلے، اس کا جزیہ معاف کردو، اور آپ کے اس اقدام سے بہت سے ذمیوں نے اسلام قبول کیا۔[۴]

غیر مسلم بادشاہوں کو بھی آپ نے اسلام کی دعوت دی، اور ان میں سے

---

[۱]۔ حمقریزی ج ا ص ۱۰۷ [۲] کتاب الخراج ص ۸۸ [۳] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۱ [۴] حسن المحاضرہ ج ا ص ۱۱۹

بعض نے اسلام قبول کیا۔

علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں

کتب الی ملوک ماوراء النھر یدعوھم الی الاسلام فاسلم بعضھم [1]

(حضرت عمر بن عبدالعزیز) نے ماوراء النہر کے بادشاہوں کو دعوت اسلام دی اور ان میں سے بعض اسلام لائے۔

آپ نے سندھ اور مغرب کے بادشاہوں کے نام دعوت نامے بھیجے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور علامہ بلاذری کی تحریر کے مطابق انہوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ [2]

احیائے شریعت

بنوامیہ میں جن خلفاء کا نام تاریخ میں روشن نظر آتا ہے، ان میں ولید، سلیمان اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بہت نمایاں ہیں۔ لیکن جن خصوصیات نے ان کو اپنے عہد خلافت میں نمایاں کیا ہے، وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تاریخ طبری میں ہے:

ولید عمارات کا بانی تھا اور اس کے عہد میں لوگ صرف عمارات کے متعلق ہی باتیں کرتے تھے۔ اور سلیمان بن عبدالملک کھانے والا اور نکاح کرنے والا بادشاہ تھا، اس لئے کہ اس کے عہد میں اسی کے متعلق گفتگو ہوتی تھی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی حکومت کا ستون روحانیت کو بنایا۔ اس بنا پر جب وہ خلیفہ ہوئے تو باہمی ملاقات میں ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا کہ رات کو تم کون سا وظیفہ پڑھتے ہو۔ تم نے کتنا قرآن مجید یاد کیا ہے۔ تم قرآن کب ختم کرو گے، اور کب ختم کیا تھا اور مہینے میں روزے کتنے رکھتے ہو۔

اسلام درحقیقت چند اعمال وعقائد کے مجموعے کا نام ہے۔ جن کا تحفظ بظاہر

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۲ [2] ایضاً ص ۲۳۹

مسلمان بادشاہ کا فرض ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان اعمال وعقائد کے تحفظ کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد قرار دیا۔ چنانچہ جزیرہ کے عامل ابن عدی کے نام جو فرمان آپ نے بھیجا اس میں اس مقصد کو نہایت واضح طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس فرمان کے الفاظ یہ ہیں

> ایمان چند عقائد، چند احکام اور چند سنن کا نام ہے۔ جس شخص نے ان تمام اجزا کی تکمیل کرلی، اس نے ایمان کو مکمل کرلیا۔ اور جس شخص نے ان کو مکمل نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔ میں اگر زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے بیان کروں گا۔ تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو، اگر مرگیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں [1]

آپ نے اپنی زندگی میں ان اجزاء کو جس طرح قائم رکھا، جس طرح ان کا تحفظ کیا اور جس طرح ان کی ترویج واشاعت کی۔ اس کی نظیر کسی خلیفہ یا بادشاہ کے دور حکومت میں نہیں مل سکتی۔

تدوین حدیث

حضرت عمر بن عبد العزیز کا سب سے بڑا علمی کارنامہ تدوین حدیث کا ہے۔ آپ کے زمانے سے پہلے یہ علم صرف صحابہ اور تابعین کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اور اس وقت حدیث کتابی صورت میں جمع نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے اس طرف توجہ کی، چنانچہ آپ نے گورنر مدینہ قاضی ابو بکر محمد بن عمر بن حزم کو لکھا کہ

> انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2]

> احادیث نبویہ کی تلاش کرکے ان کو لو! کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے۔

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب قول النبیؐ بنی الاسلام علی خمس [2] بخاری کتاب العلم

اور آپ نے یہ فرمان صرف حاکم مدینہ کے نام نہیں لکھا تھا بلکہ تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی قسم کا فرمان جاری ہوا تھا[1] چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور جمع شدہ احادیث کے متعلق مجموعے تیار کرکے تمام ممالک محروسہ میں تقسیم کئے گئے۔

تعلیم مذہبی کی اشاعت

احادیث کی تدوین کے بعد دوسرا علمی کارنامہ حضرت عمر عبدالعزیز نے سرانجام دیا وہ دوسرے مذہبی علوم کی اشاعت تھی چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا، جس میں آپ نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ اہل علم اشاعت علم کی طرف توجہ کریں۔ اور اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ ان کو فکر معاش وضروریات زندگی سے بے نیاز کرکے اشاعت علم کی طرف مخصوص کردو، اور خود بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کی طرف قدم اٹھایا۔ آپ نے بہت سے علمائے کرام کو متعدد ممالک میں روانہ کیا کہ وہ وہاں جاکر لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت نافع مولی بن عمر کو جو مدینہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہہ تھے مصر بھیجا۔ چنانچہ نافع وہاں مدتوں قیام پذیر رہے[2] اور یذید بن ابی حبیب کو فقہ و افتاء کی تعلیم کے لئے مصر روانہ کیا۔ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

هو اول من اظهر العلم بمصر والمسائل في الحلال والحرام وقبل ذلك كانوا يتحدثون في الترغيب والملاحم والفتن وهو احد ثلاثة جعل اليهم عمر بن عبدالعزيز الافتاء[3]

(یذید بن ابی حبیب) وہ شخص ہیں جنہوں نے مصر میں علم کو ظاہر کیا۔ اور حلال وحرام کے مسائل کو رواج دیا۔ وہاں کے لوگ اس سے پہلے صرف ترغیب اور جنگ وغیرہ کے متعلق روایت کرتے تھے۔ وہ ان تین اشخاص میں سے ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز نے افتاء کی خدمت ان کے سپرد کی تھی۔

---

[1] فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۴، [2] حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۱۹ [3] ایضاً ص ۱۲۰

اس کے علاوہ طب کی ایک مشہور کتاب جو ایک یونانی حکیم ایرن القس کی تصنیف تھی جس کا عربی ترجمہ ہو چکا تھا۔ اور شاہی کتب خانہ میں محفوظ تھی۔ اس کو ملک میں شائع کیا تاکہ لوگ علم طب سے بھی استفادہ کر سکیں۔[1]

رفاہی کام

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے رفاہ عامہ کے کام کی طرف بھی توجہ کی۔ تمام ممالک محروسہ میں سرائیں بنوائیں اور سرکاری چراگاہوں کو عام کر دیا۔[2]

مساجد کی بھی تعمیر کرائی اور اس کے ساتھ حدود حرم کی بھی تجدید کرائی۔[3]

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خصوصیات حکومت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور حکومت اپنے سے پہلے خلفائے بنوامیہ سے مختلف تھا اور کئی ایک خصوصیات کی بنا پر ممتاز تھا۔ مثلاً

خلافت اسلامیہ کی بنیاد صرف کتاب و سنت اور آثار صحابہؓ پر قائم ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے یہ بنیاد متزلزل ہو چکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو مستحکم کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک بار ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا!

جو عامل کتاب و سنت پر عمل نہ کرے۔ اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ گورنر مدینہ امام ابوبکر بن حزم (م ۱۲۰ھ) کا ایک قول ہے کہ

> حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جو خط آتا تھا۔ اس میں سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مردہ کرنے کا حکم لازمی طور پر ہوتا تھا۔[4]

خلفائے راشدین کے دور خلافت میں سب سے زیادہ روشن زمانہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سیاسی منزل میں قدم رکھا، تو حضرت عمر فاروقؓ ہی کے نقش قدم کو چراغ راہ بنایا۔ چنانچہ آپ نے حضرت سالم بن عبداللہؒ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں!

> میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے معاملے میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی روش اختیار کروں، بشرطیکہ یہ خدا کو منظور ہوا ور میں اس پر قادر رہوں۔ آپ

---

[1] اخبار الحکماء ص ۲۱۳ [2] طبقات ابن سعد ص ۲۸۱ [3] ایضاً ص ۲۱۸ [4] ایضاً ص ۲۵۲

میرے پاس حضرت عمرؓ کی تحریریں اور ان کے فیصلے جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے متعلق کیئے ہیں بھیج دیجئے ۔ اگر خدا کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقشِ قدم پر چلوں گا[1]

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنا نظامِ حکومت اسی بنیاد پر قائم کیا۔ جس پر عہدِ خلافتِ راشدہ میں قائم ہوچکا تھا۔ اسی بنا پر بعض محدثین کرام نے ان کو اسی سلسلے کی ایک کڑی خیال کیا ہے ۔ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ خلفا پانچ ہیں ۔

ابو بکرؓ ، عمر فاروقؓ ، عثمانؓ ، علیؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جمہوریت کی روح کو دوبارہ زندہ کیا اور آپ سے قبل یہ بالکل مردہ ہوچکی تھی۔ اور ان کی طبیعت شروع سے ہی جمہوریت پسند واقع ہوئی تھی ۔ چنانچہ آپ جب مدینہ کے گورنر مقرر ہوکر آئے تو آپ نے مدینہ کے برگزیدہ علمائے کرام کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے ۔ آپ کے مشورہ و رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا ۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ حق کی حمایت کریں ۔ چنانچہ تمام علمائے کرام نے آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلایا اور آپ کی اس پیشکش پر آپ کو دعائے خیر دی ۔[3]

مذہب، حکومت، اخلاق، قانون، غرض تمام اجتماعی چیزوں کا آخری نتیجہ صرف یہ ہے کہ رعایا فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کرے ۔ اور جس حکومت میں رعایا فارغ البال ہو ۔ وہ حکومت پائیدار ہوتی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ حکومت دنیا کے کل بادشاہوں سے زیادہ کامیاب رہا۔

---

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص۱۲۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب التفضیل

[3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص۲۴۴